مروجہ نظام زمینداری اور اسلام (۱۴)

مزارعت اور عقلی و قیاسی دلائل

از قلم : مولانا محمد طاسین

مزارعت کے جواز اور عدم جواز سے متعلق قرآن و حدیث کے سمعی و نقلی دلائل کے بعد اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ کچھ وہ عقلی اور قیاسی دلائل بھی پیش کر دوں جو مزارعت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں فریقین کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔

جو حضرات مزارعت کو جائز کہتے ہیں ان کی طرف سے ایک قیاسی دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ مزارعت، مضاربت کی طرح ہے۔ مضاربت جائز ہے تو مزارعت بھی جائز ہونی چاہیے۔

اس کا جواب مزارعت کو ناجائز کہنے والوں کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ مزارعت کو مضاربت پر قیاس کرنا کئی وجوہ سے فاسد اور غلط ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ اصول فقہ کی کتابوں میں صحت قیاس کے لئے جو شروط لکھی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ کہ مقیس غیر منصوص اور مقیس علیہ منصوص ہونا چاہیے یعنی جس مسئلے اور معاملے کو دوسرے پر قیاس کیا جا رہا ہے قرآن و حدیث میں اس کا واضح ذکر اور صریح حکم موجود نہ ہو، جبکہ مقیس علیہ یعنی جس پر قیاس کیا جا رہا ہے اس کا قرآن و حدیث کی کسی نص میں صراحت کے ساتھ ذکر اور واضح حکم مذکور ہو۔ اور یہاں مقیس یعنی مزارعت کا حدیث میں نہایت واضح الفاظ میں ذکر اور حکم موجود ہے۔ لہٰذا قیاس کی سرے سے کوئی ضرورت اور گنجائش ہی نہیں اور پھر جس مقیس علیہ یعنی مضاربت پر مزارعت کو قیاس کیا گیا ہے وہ منصوص نہیں یعنی نہ قرآن مجید میں اس کا ذکر اور حکم ہے اور نہ کسی صحیح مرفوع حدیث میں اس کے جواز کی کوئی صراحت ہے۔ سنن ابی داؤد میں باب المضارب کے تحت جو دو حدیثیں بیان کی گئی ہیں دونوں کا نفس مضاربت سے کچھ تعلق نہیں اور سند کے لحاظ سے بھی ضعیف ہیں۔ اسی طرح کتاب سنن ابن ماجہ میں حضرت صہیب کے حوالے سے باب المضاربہ میں جو حدیث ہے وہ بھی حد درجہ ضعیف ہے۔ اسی طرح سنن الکبریٰ بیہقی میں حضرت عباسؓ کے حوالے سے جو حدیث ہے اسے خود امام بیہقی نے ضعیف لکھا اور اس کے ضعف کی وجہ اس کی سند میں ابوالجارود نامی پرلے درجے کے جھوٹے راوی

کا موجود ہونا بتلائی ہے۔ غرضیکہ کتبِ حدیث میں کوئی صحیح اور مرفوع حدیث ایسی نہیں ملتی جس میں صراحت کے ساتھ جوازِ مضاربت کا بیان ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابن رشد اور ابن حزم وغیرہ نے دعوے کے ساتھ لکھا ہے کہ مضاربت کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی نص موجود نہیں دیکھئے مقدمات ابن رشد اور مراتب الاجماع لابن حزم۔ پھر جب مضاربت منصوص ہی نہیں تو اس پر مزارعت کو جو منصوص ہے کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو سرے سے اصول قیاس ہی کے خلاف ہے۔

دوسری وجہ اس قیاس کے صحیح نہ ہونے کی یہ کہ غور سے دیکھا جائے تو مزارعت اپنی ماہیت کے لحاظ سے مضاربت کے مشابہ و مماثل ہی نہیں بلکہ ان کے درمیان بعض بنیادی فرق ہیں مثلاً ایک یہ کہ مزارعت میں صاحبِ زمین کی زمین ہر حال میں اپنی حالت پر برقرار رہتی ہے۔ کاشت کرنے سے نہ اس کی قیمت گھٹتی اور نہ مالیت کم ہوتی ہے بلکہ بعض دفعہ جب کاشت کار اس میں خوب محنت کرتا اور کھاد وغیرہ دیتا ہے تو اس کی حالت پہلے سے بھی بہتر ہو جاتی ہے۔ بہر حال کاشت کاری سے اس میں کسی نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ جبکہ مضاربت میں رب المال کا مال اپنی حالت پر برقرار نہیں رہتا۔ تجارت سے اس میں ردّ و بدل ہوتا اور بعض دفعہ خاص حالات کی وجہ سے اصل مال میں بھی گھاٹا اور خسارہ واقع ہو جاتا ہے گویا مضاربت کے اصل مال میں گھاٹے اور خسارے کا اندیشہ رہتا ہے۔ دوسرا فرق یہ کہ جو لوگ جوازِ مزارعت کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس میں مدت کا تعین ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مدت کے اندر کوئی فریق مزارعت کے معاملہ کو ختم نہیں کر سکتا بخلاف مضاربت کے کہ اس میں مدت کا تعین نہیں ہوتا لہٰذا ہر فریق جب چاہے اسے ختم کر سکتا ہے۔ تیسرا فرق یہ کہ مضاربت میں مال والے فریق یعنی رب المال کی طرف سے کام کرنے والے فریق یعنی مضارب کے لئے ایک ایثار موجود ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر تجارت میں بجائے نفع کے الٹا نقصان ہو گیا جو بعض دفعہ ہو جایا کرتا ہے تو وہ نقصان سارے کا سارا مال والا فریق برداشت کرے گا۔ کام کرنے والا اس نقصان میں شریک نہ ہوگا جبکہ مزارعت میں زمین والے فریق کی طرف سے کاشت کار کے لئے ایسا کوئی ایثار موجود نہیں ہوتا اور غالباً یہی ایثار مضاربت کے جواز کا سبب ہے، چوتھا فرق یہ کہ مضاربت میں مال تمام تر ایک فریق کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر کام کرنے والا یعنی مضارب اپنا بھی کچھ مال اس میں شامل کرے تو مضاربت کا معاملہ فاسد ہو جاتا ہے۔ جبکہ ان حضرات کے نزدیک جو مزارعت کو جائز مانتے اور کہتے ہیں، کاشت کار کی طرف سے بیج کھاد اور بیل وغیرہ کی شکل میں سرمائے کی شرکت و شمولیت سے مزارعت کا معاملہ فاسد نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ

جب مضاربت اور مزارعت کے مابین اتنے فرق و اختلاف موجود ہیں تو پھر ایک کو دوسرے پر کیسے قیاس کیا جاسکتا اور ایسا قیاس کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

امام شافعی نے کتاب الآم میں اس قیاس کے فاسد اور غلط ہونے کی دو وجوہ اور بھی لکھی ہیں صفحہ ایکسو ۲۰۱ دو جلد سات پر امام موصوف کی جو عربی عبارت ہے اس کا مطلب اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

پہلی وجہ یہ کہ اس میں ادنیٰ کو اعلیٰ پر نہیں بلکہ اعلیٰ کو ادنیٰ پر قیاس کیا گیا ہے جو فقہائے کے نزدیک درست نہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت شدہ چیز کو اس چیز پر قیاس کیا گیا ہے جو کسی صحابی کے قول وعمل سے ثابت ہے۔ مزارعت کا عدم جواز رسول اللہ صلعم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے جبکہ مضاربت کا جواز آثار صحابہؓ سے ثابت ہے۔ لہٰذا مزارعت کو مضاربت پر قیاس کر کے جائز ثابت کرنا، اعلیٰ کو ادنیٰ پر قیاس کرنا ہے جو اصولاً اور عقلاً غلط ہے۔ کیونکہ اس سے اعلیٰ، ادنیٰ کے تابع ہوجاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ صحابہ کرام کے بعض آثار سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ مضاربت کا جواز مساقات پر قیاس کی وجہ سے ہے گویا مضاربت کا جواز خود قیاس سے ثابت ہے مضاربت مقیس اور مساقات مقیس علیہ ہے۔ لہٰذا اگر مزارعت کا جواز قیاس سے ثابت کیا جائے تو پھر جس مساقات پر مضاربت کو قیاس کیا گیا ہے اسی پر مزارعت کو بھی کیوں نہ قیاس کیا جائے لیکن چونکہ مزارعت اور مساقات کے درمیان بنیادی فرق ہے لہٰذا اس کو مساقات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور پھر قیاس کی ضرورت بھی کیا ہے۔ جبکہ صحیح اور مرفوع احادیث سے مزارعت کا عدم جواز ثابت ہے۔

علامہ ابوجعفر الطحاوی نے بھی شرح معانی الآثار ص ۲۸۲۔ج ۲ میں مزارعت اور مساقات کے مضاربت پر قیاس کی نفی کی اور اس کی دو وجہیں بیان فرمائیں۔ پہلی وجہ یہ کہ مساقات اور مضاربت کے درمیان اس پہلو سے فرق اور اختلاف ہے کہ مضاربت میں منافع کی تقسیم اس وقت درست ہوتی ہے جب اصل سرمایہ محفوظ ہوتا اور رب المال کو واپس مل جاتا ہے۔ لیکن مساقات میں پھلوں کی تقسیم اس کے بغیر بھی درست ہوتی ہے انہوں نے اس کی صورت یہ لکھی ہے کہ ایک باغ میں پھل آگیا اور توڑ لیا گیا۔ پھر قبل اس کے کہ پھل باغ کے مالک اور مساقی کے درمیان تقسیم ہوتا اچانک آگ سے باغ کے درخت جل گئے لیکن توڑا ہوا پھل محفوظ رہا۔ تو اس صورت میں وہ محفوظ پھل مالک باغ اور مساقی کے

کے مابین اس معاہدے کے مطابق ضرور تقسیم ہوتا ہے۔ حالانکہ باغ اس وقت اس شکل سے موجود نہیں ہوتا جس شکل میں مساقی کو دیا گیا تھا۔

دوسری وجہ دونوں کے درمیان فرق و اختلاف کی یہ لکھی ہے کہ مضاربت میں وقت اور مدت کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ چنانچہ فریقین جب چاہیں اسے ختم کر سکتے ہیں بخلاف مزارعت و مساقات کے کہ ان میں وقت و مدت کا تعین لازمی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس مدت کے اندر کوئی فریق مزارعت و مساقات کو ختم نہیں کر سکتا بنابریں مزارعت و مساقات کے جواز کو مضاربت کے جواز پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق اور غلط قیاس ہے۔

ھدایہ کی بعض شروح میں بھی مزارعت کو مضاربت پر قیاس کرنے کی تغلیط و تردید کی گئی ہے۔ تکملۂ فتح القدیر میں اس قیاس کے صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ شرائط صحت کے لحاظ سے یہ دو معاملے ایک دوسرے سے جدا اور الگ الگ معاملے ہیں مثلاً صحت مضاربت کے لئے یہ شرط لازم ضروری ہے کہ مال اور عمل دونوں ایک فریق کی طرف سے نہ ہوں بلکہ ایک کی طرف سے صرف مال اور دوسرے کی طرف سے صرف عمل ہو۔ چنانچہ اگر رب المال کی طرف سے کچھ عمل یا عامل مضارب کی طرف سے کچھ مال بھی شریک ہو جائے تو معاملہ مضاربت فاسد ہو جاتا ہے جبکہ مزارعت کو جائز کہنے والوں کے نزدیک صحت مزارعت کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس میں سرمایہ تمام تر ایک کی طرف سے اور عمل تمام تر دوسرے کی طرف سے ہو۔ چنانچہ وہ مزارعت کی اس شکل کو صحیح مانتے ہیں جس میں کاشت کار کی طرف سے کام و عمل کے ساتھ بیج اور بیلوں وغیرہ کی شکل میں سرمایہ بھی موجود ہوتا ہے (ص ۳۳ - ج ۸ تکملہ فتح القدیر)۔ اسی مقام پر حاشیہ میں العنایۃ شرح الھدایہ کی ایک عبارت اس طرح ہے۔

ولم یذکر الجواب عن القیاس على المضاربة لظهور فساده فان من شرطه ان یتعدى الحکم الشرعی الى فرع هو نظیره وههنا لیس کذلك لان معنى الاجارة فیها اغلب	صاحب ہدایہ نے مزارعت کو مضاربت پر قیاس کرنے کا جواب نہیں دیا۔ اس لئے کہ اس میں قیاس کا فاسد ہونا بالکل ظاہر ہے، کیونکہ قیاس کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ اصل کا جو حکم شرعی ہے وہ ایسی فرع پر لگایا

حتی اشترطت فیها المدة — جب تک دونوں کے مماثل ہو اور یہاں
بخلاف المضاربة — زرعی مزارعت اصل یعنی مضاربت
(ص ۴۴ ۔ ج ۸ تکملہ فتح القدیر) — کے مماثل نہیں کیونکہ مزارعت میں اجارے
کے معنی غالب ہیں ۔ لہٰذا اس میں مدت کا تعین شرط ہے جبکہ اس کے برخلاف
مضاربت میں مدت کا تعین شرط نہیں ۔

مذکورہ بالا عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مزارعت کو مضاربت پر قیاس کرنا کئی وجوہ سے درست نہیں اور بعض بڑے فقہاء نے اس قیاس کو فاسد اور غلط بتلایا ہے ۔

مزارعت اور اجارہ

دوسری قیاسی دلیل جو مزارعت کے جواز میں پیش کی جاتی ہے یہ کہ مزارعت اجارے کی طرح کا ایک معاملہ ہے فقہاء کرام کے نزدیک جب اجارہ جائز ہے تو از روئے قیاس مزارعت بھی جائز ہونی چاہئیے ، اس کی کچھ تفصیل یہ کہ جب یہ جائز ہے کہ ایک شخص اپنا مکان فرنیچر اور سواری کا جانور دوسرے کو استعمال و استفادے کے لئے دے کر اس کے عوض اس سے بطور کرایہ کچھ نقد وغیرہ وصول کرے تو پھر یہ کیوں نہ جائز ہو کہ ایک شخص اپنی مزروعہ زمین دوسرے کو استعمال و کاشت کے لئے دے کر اس کے عوض اس سے پیداوار زرعی وغیرہ کی شکل میں کچھ وصول کرے ۔ جب یہ دو معاملے صورت شکل میں ایک طرح کے ہیں تو جواز و عدم جواز کے لحاظ سے ان کا شرعی حکم بھی ایک ہی ہونا چاہئیے ۔ مطلب یہ کہ اجارہ جائز ہے تو مزارعت بھی جائز ہونی چاہیئے ۔

اس دلیل کا جواب مزارعت کو ناجائز کہنے والوں کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ اجارے کا جواز خود خلاف قیاس ہے کیونکہ اس میں جس منفعت پر معاملہ ہوتا ہے وہ بالفعل موجود نہیں ہوتی گویا اس میں بالفعل معدوم شے کی خرید و فروخت ہوتی ہے جس کی بعض احادیث میں صریح ممانعت ہے ۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز خود خلاف قیاس ہو اس پر دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اجارے پر مزارعت کا قیاس اصولاً صحیح نہیں ۔

دوسرا جواب یہ کہ صحت قیاس کے لئے ضروری ہے کہ مقیس علیہ جس پر قیاس کیا جا رہا ہے منصوص ہو یعنی قرآن و حدیث کی کسی نص میں اس کے متعلق واضح حکم ہو، اور چونکہ مادی اور بے جان اشیاء کے اجارہ کے متعلق نہ قرآن مجید کی کسی آیت میں واضح ذکر، اور جواز کا صریح ثبوت ہے اور نہ کسی ایسی حدیث نبوی میں جس کی صحت اور حجیت متفق علیہ ہو، قرآن و حدیث میں جس اجارے کے جواز کا صریح طور پر ذکر ہے وہ اجرت پر کام محنت کرنے کرانے کا اجارہ ہے۔ اجارے کے اس قسم کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں کیونکہ متعدد آیات و احادیث میں واضح طور پر اس کے جواز کا ذکر اور ثبوت ہے۔ لیکن کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی منفعت بخش مادی اور بے جان چیز دوسرے کو استعمال و استفادے کے لئے دینا اور اس کے بدلے دوسرے سے بطور کرایہ نقد وغیرہ لینا جائز ہے۔ صرف ایک حدیث اس کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے جس میں زمین کو سونے چاندی یعنی دینار و دراہم کے بدلے کرائے پر دینے لینے کا ذکر ہے۔ حالانکہ اس حدیث کے متعلق محدثین کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اس کو سرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مانتے ہی نہیں بلکہ راوی صحابی کے الفاظ کہتے ہیں، اس لئے بھی کہ دوسری متعدد احادیث میں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اس کراء الارض کی بھی ممانعت ہے جو سونے چاندی یعنی نقد کے عوض ہو، یہی وجہ ہے کہ تابعین میں سے بعض حضرات جیسے طاؤس بن کیسان اس کراء الارض کا سختی کے ساتھ انکار کرتے تھے، علامہ ابن حزم نے اپنی کتاب المحلی میں اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور کراء الارض بالذہب والفضۃ کے جواز والی حدیث کو ناقابل استدلال ٹھہرایا۔ اور نقد روپیہ کے عوض کراء الارض کو ناجائز تبلایا ہے۔ حالانکہ وہ پیداوار کے ایک حصے پر مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔

پھر اگر حدیث مذکور کو صحیح مان کر باقی مادی بے جان چیزوں کے اجارہ کے جواز کی دلیل تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مکان، فرنیچر اور گاڑی وغیرہ بے جان چیزوں کے اجارے کا جواز زمین کے اجارے کے جواز پر قیاس سے ثابت ہے۔ اور چونکہ مزارعت بھی کراء الارض ہی کی ایک شکل ہے۔ لہٰذا دعویٰ کے مطابق بجائے اس کے کہ مزارعت کا جواز باقی چیزوں کے جواز اجارہ پر قیاس سے ثابت کیا جاتا الٹا باقی چیزوں کے جواز اجارہ کو کراء الارض کے جواز پر قیاس سے ثابت کرنا پڑا گویا دعویٰ دلیل بن گیا اور دلیل دعویٰ بن گئی

غرضیکہ مزارعت اور کراء الارض کے جواز کو باقی بے جان مادی چیزوں کے اجارے کے

جواز پر قیاس کرنا، اصول قیاس کے خلاف ہے کیونکہ صحت قیاس کے لئے ضروری ہے کہ جس پر قیاس کیا جائے وہ منصوص اور جس کو قیاس کیا جائے وہ غیر منصوص ہو حالانکہ یہاں معاملہ برعکس ہے یعنی مزارعت کا عدم جواز متعدد احادیث سے ثابت اور منصوص ہے اور اجارے کا جواز کسی آیت اور صحیح و مستند حدیث سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے غیر منصوص ہے۔

تیسرا جواب یہ کہ اجارے کے جواز کی جو عقلی دلیل ہو سکتی ہے یہ کہ جب کسی مادی منفعت بخش چیز کو کوئی شخص استعمال کرتا اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس سے اس چیز کی مالیت اور قدر و قیمت گھٹتی اور کم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ استعمال سے وہ برابر گھستی اور تحلیل ہوتی چلی جاتی ہے لہٰذا اس کے استعمال پر اس کا مالک دوسرے سے جو کرایہ لیتا ہے وہ از روئے عقل اور انصاف اس لئے جائز ہوتا ہے کہ دوسرے کے استعمال سے اس چیز کی مالیت اور قدر و قیمت میں کمی واقع ہوئی، گویا کرایہ اس کمی کا عوض ہوتا ہے جو کرایہ دار کے استعمال سے اس شے کی مالیت اور قیمت میں رونما ہوتی ہے، لہٰذا "الخراج بالضمان" کے قاعدہ سے کرایہ کا جواز ثابت ہوتا ہے البتہ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ کرایہ اتنا ہی وصول کیا جائے جتنی کہ استعمال سے اس چیز کی مالیت و قیمت میں کمی واقع ہوئی۔

اور اگر استعمال کے لئے دی ہوئی چیز ایسی ہو جو استعمال ہونے سے نہ گھٹتی اور نہ مالیت میں کم ہوتی ہو، استعمال ہونے سے پہلے اس کی جو مالیت اور قدر و قیمت ہو استعمال ہونے کے بعد بھی اس کی وہی مالیت اور قدر و قیمت رہتی ہو، جیسے روپے پیسے اور سکے رائج الوقت، ظاہر ہے کہ محض استعمال ہوتے رہنے سے ان کی مالیت اور قدر و قیمت میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی مثلاً آپ نے ایک شخص کو مثلاً ایک ہزار روپیہ استعمال اور فائدہ اٹھانے کے لئے دیئے اور اس نے ایک سال کے بعد وہ جب آپ کو واپس کئے تو عام حالات میں ان کی قدر و قیمت وہی رہتی ہے جو ایک سال قبل تھی محض استعمال ہونے سے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی الا یہ کہ حکومت کسی اجتماعی مصلحت کے تحت سکے کی قیمت گھٹا یا بڑھا دے۔ لہٰذا آپ محض استعمال کے عوض دوسرے سے بطور کرایہ کچھ نہیں لے سکتے کیونکہ اس کرائے میں کوئی مادی عوض موجود نہیں، غور سے دیکھا جائے تو ربو کے حرام ہونے کی اصل وجہ یہی ہے کہ اس میں مقرض اپنے مقروض سے قرض کی اصل رقم پر جو زائد لیتا ہے چونکہ اس کے بدلے اس کی طرف سے کوئی مادی عوض موجود نہیں ہوتا لہٰذا وہ اپنا حق نہیں بلکہ دوسرے کا حق لیتا ہے۔ جس کا دوسرا نام ظلم ہے۔

اجارے اور کرائے کے جواز اور عدم جواز سے متعلق اوپر جو تفصیل عرض کی گئی ہے اس کی روشنی میں جب ہم زمین کا جائزہ لیتے ہیں تو زمین ان چیزوں میں سے نظر نہیں آتی جو استعمال ہونے سے گھستی گھٹتی اور قدر و قیمت میں کم ہوتی جاتی ہیں بلکہ ان چیزوں میں نظر آتی ہے جن کے استعمال ہونے سے مالیت اور قدر و قیمت میں کوئی خاص کمی واقع نہیں ہوتی اور وہ عام طور پر اپنی حالت پر قائم و برقرار رہتی ہیں۔ مطلب یہ کہ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ جس زرعی زمین کی قیمت آج مثلاً ایک ہزار روپے فی کنال ہو ایک سال کاشت ہوتے رہنے کے بعد اس کی قیمت گھٹ کر نو سو روپے فی کنال ہو جاتی ہو جبکہ کاشت کار اسے خوب پانی کھاد وغیرہ دے رہا اور پوری محنت سے کاشت کر رہا ہو۔ بلکہ اس کے برعکس یہ دیکھا گیا ہے کہ بنجر و غیر آباد زمین کی قیمت آباد اور قابل کاشت ہونے سے کچھ بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا زمین کو اجارے کے معاملے میں مکان فرنیچر، مشین اور موٹر وغیرہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان چیزوں میں اجارے کے جواز کی جو وجہ اور علت ہے وہ زمین میں نہیں پائی جاتی، بلکہ دیکھا جائے تو زمین زر و نقدی کے مشابہ نظر آتی ہے۔ لہٰذا قرین قیاس یہ ہے کہ زر و نقدی کے اجارہ کی طرح زمین کا اجارہ بھی ناجائز ہونا چاہیئے۔

ایک اور عقلی قسم کی دلیل جو بعض دفعہ مزارعت کے جواز کے لئے پیش کی جاتی ہے یہ کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس زمین ہوتی ہے لیکن وہ اپنے کسی عذر کی بنا پر مثلاً بچپنے، بڑھاپے اور کمزوری و بیماری کی وجہ سے اپنی زمین کو خود کاشت نہیں کرسکتا حالانکہ اسے اس کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے اور یہ حاجت و ضرورت چونکہ مزارعت کے ذریعے پوری ہوسکتی ہے لہٰذا تقاضائے عقل یہ ہے کہ مزارعت جائز ہونی چاہیئے۔ بالفاظ دیگر مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ قسم کے لوگوں کے لئے مزارعت جائز ہو تاکہ وہ معاشی پریشانیوں سے محفوظ رہیں اور یہ اس لئے بھی کہ اسلام نے اپنے شرعی احکام میں انسان کی حاجت و ضرورت اور مصلحت وغیرہ کو پوری طرح ملحوظ اور مدنظر رکھا ہے۔ جاری ہے۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافہ اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقہ کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔